۸ جُمادی الاُولیٰ ۱۴۴۷ھ / 31 اکتوبر 2025ء

دُعائے عبدِ مُضطر سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

(دُعا کے فضائل و آداب... پہلا حصہ)

مجلسِ علماءِ نظامیہ پاکستان مرکزی دفتر جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور

042-37374429 0315-7374429 munpk7374429@gmail.com

مجلس علماء نظامیہ پاکستان Join our channel
مجلس علماء نظامیہ پاکستان Follow our Account
Jamia Nizamia Rizvia Like our Page
Jamia Nizamia Rizvia Like our Page
YouTube Jamia Nizamia Rizvia Subscribe our channel

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ، أَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلٰۤی اُمَمٍ مِّنۡ قَبۡلِکَ فَاَخَذۡنٰہُمۡ بِالۡبَاۡسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّہُمۡ یَتَضَرَّعُوۡنَ o فَلَوۡلَاۤ اِذۡ جَآءَہُمۡ بَاۡسُنَا تَضَرَّعُوۡا وَلٰکِنۡ قَسَتۡ قُلُوۡبُہُمۡ وَزَیَّنَ لَہُمُ الشَّیۡطٰنُ مَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ o [الانعام6:42،43]

دُنیاداروں کا انداز یہ ہوتا ہے کہ عہدے میں ترقّی اور اختیارات میں اضافے کے ساتھ ساتھ نخرے بھی بڑھنے لگتے ہیں، پھر اُس بندے سے رابطہ کرنا اور اُس کے سامنے اپنی حاجت رکھنا بھی دشوار ہو جاتا ہے۔ اگرچہ اِس میں کسی حد تک انتظامی مشکلات کا بھی دخل ہوتا ہے، مگر حقیقی دُشواری کم ہوتی ہے اور تکلف زیادہ ہوتا ہے۔

خالقِ کائنات جَلَّ مَجْدُہٗ بادشاہوں کا بادشاہ ہے، بلکہ حقیقت میں صِرف وہی بادشاہ ہے... ساری مخلوق اُس کے دَر کی سُوالی ہے... ہر ایک اُس کی رحمت کا محتاج ہے... اِس کے باوُجود اُس کی شانِ کرم کا عالَم یہ ہے کہ کوئی بھی بندہ.... کسی بھی وقت میں.... کسی بھی زبان کے اندر.... کسی بھی حاجت کے لیے اُس کے حضور اپنی التجا پیش کرنا چاہے تو کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ ہر ایک... ہر وقت... ہر جائز حاجت بغیر کسی جھجک کے اُس سے مانگ سکتا ہے۔

دُنیا والوں سے مانگیں تو وہ ناراض ہوتے ہیں، حالانکہ اُن کے پاس اپنا کچھ بھی نہیں ہوتا، سب کچھ اللہ تعالیٰ کا ہی دیا ہوا ہے... مگر خالقِ کریم کی شان یہ ہے کہ اُس سے مانگیں تو وہ خوش ہوتا ہے، بلکہ جتنا زیادہ مانگیں اُتنا ہی زیادہ راضی ہوتا ہے۔ وہ جائز اُمور کی بھیک مانگنے پر کبھی بھی ناراض نہیں ہوتا، بلکہ نہ مانگنے والے پر غضب فرماتا ہے۔

مالکِ مہربان نے ہمیں اپنی بارگاہ سے دُعائیں مانگتے رہنے کا حکم بھی دیا ہے اور اُنھیں قبول کرنے کا وعدہ بھی فرمایا ہے، بلکہ اپنے محبوبِ کریم ﷺ کے ذریعے یہ بھی سکھایا ہے کہ کن آداب کا اہتمام کرنے سے دُعائیں جلد قبول ہوتی ہیں اور یہ بھی تعلیم فرمایا ہے کہ فلاں فلاں کام نہ کرنا! کہیں ایسا نہ ہو کہ تم دُعا مانگو، مگر اُن کاموں کی وجہ سے تمہاری دُعا قبولیت کا درجہ نہ پا سکے۔

جب اُس کی کرم نوازیوں کا حسین انداز ہماری سوچ سے بھی بلند و بالا ہے تو پھر ہمیں چاہیے تھا کہ اُس کے حضور کثرت سے دُعائیں مانگتے اور دُعا کے آداب کا بھی خوب اہتمام کرتے؛ کیونکہ محتاج کو اپنی ضرورت پوری ہونے کا ایک آسان ترین ذریعہ مل جائے تو اُسے اور کیا چاہیے!... مگر کتنی نالائقی ہے کہ ہم دُعائیں مانگنے میں بھی سُستی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور دُعا کے آداب سیکھنے کی طرف بھی دھیان نہیں کرتے۔

اِس وقت مجموعی طور پر اُمّتِ مسلمہ، خصوصًا پاکستانی مسلمان ایسے حالات کا شکار ہیں جن میں بے بس عوام فقط دُعا ہی کر سکتے ہیں۔ چنانچہ شوقِ دُعا بڑھانے کے لیے آج کا خطبہ ”دُعائے عبدِ مضطر سے بدل جاتی ہیں تقدیریں“ کے عنوان سے ہو گا، اِن شاء اللہ۔

دُعا کی ترغیب اور ترکِ دُعا سے ترہیب

قرآن و سنت میں بندوں کو دُعا کی فقط اجازت ہی نہیں دی گئی، بلکہ اِس کا تاکیدی حکم دیا گیا ہے اور دُعا کا شوق دلانے کے لیے نہ صرف اِس کی فضیلتیں بیان ہوئی ہیں، بلکہ اِس میں سُستی کرنے والوں کو سخت وعیدیں بھی ارشاد فرمائی گئی ہیں۔

دُعا کا حکم: قرآنِ حکیم میں ہے: وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِيٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ۔ "اور تمہارے ربّ نے فرمایا: مجھ سے دُعا کرو! مَیں تمہاری دُعا کو قبول کروں گا۔" [المؤمن 60:40]

دُعا کے فضائل: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَيْسَ شَيْءٌ أَكْرَمَ عَلَى اللهِ سُبْحَانَهُ مِنَ الدُّعَاءِ۔ یعنی "اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے حضور (اَوراد واَذکار اور عبادات میں) سب سے زیادہ عزّت والی چیز دُعا ہے۔"

(سننِ ابنِ ماجہ، حدیث: 3829۔ جامع ترمذی، حدیث: 3370، حدیث حسن۔ ترجمہ ماخوذ از مرقاۃ المفاتیح)

غیر تربیت یافتہ لوگ مشکل حالات میں تو دُعا کرتے ہیں، مگر آسائش ہو تو اپنے ربّ سے بھیک مانگنے میں غفلت برتتے ہیں۔ ہمیں سکھایا گیا ہے کہ ہر حال میں کثرت کے ساتھ ربِّ کریم سے دُعائیں مانگیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَسْتَجِيبَ اللهُ لَهُ عِنْدَ الشَّدَائِدِ وَالْكُرَبِ فَلْيُكْثِرِ الدُّعَاءَ فِي الرَّخَاءِ۔ یعنی "جسے یہ پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ سختیوں اور پریشانیوں میں اُس کی دُعا جلد قبول فرمائے تو اُسے چاہیے کہ وہ راحت و آسائش میں کثرت سے دُعا کیا کرے۔" (جامع ترمذی، حدیث: 3382، المستدرک علی الصحیحین: 1997، حسن لغیرہٖ)

ترکِ دُعا کی وعیدیں: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ارشادِ نبوی روایت کیا: إِنَّهُ مَنْ لَّمْ يَسْأَلِ اللهَ يَغْضَبْ عَلَيْهِ۔ "جو (تکبُّر کرتے ہوئے) اللہ تعالیٰ سے سُوال نہ کرے یقیناً اللہ اُس پر ناراض ہوتا ہے۔" (جامع ترمذی، حدیث: 3373، حسن لغیرہٖ)

بعض اوقات جب لوگ خوش حالی میں ربِّ کریم سے بھیک مانگنا چھوڑ دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُنھیں آزمائش میں مبتلا فرماتا ہے؛ اِس میں حکمت یہ ہوتی ہے کہ بندے اُس کے حضور گڑگڑائیں اور عاجزی کریں... اگر خدانخواستہ پھر بھی انسان اللہ تعالیٰ کی طرف متوجّہ نہ ہو تو یہ بڑی بدنصیبی ہے۔ اللہ کریم فرماتا ہے: فَلَوْلَآ إِذْ جَآءَهُم بَأْسُنَا تَضَرَّعُوا۟ وَلَٰكِن قَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَٰنُ مَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ۔ یعنی "جب اُن پر ہمارا عذاب آیا تو اُنھوں نے گڑگڑا کر (عاجزی اور منّت سماجت کے ساتھ) دُعا کیوں نہیں کی! لیکن اُن کے دل سخت ہو گئے اور شیطان نے اُن کی نظروں میں اُن کے کاموں کو مُزیّن کر دیا۔ [الانعام 6:43]

اللہ تعالیٰ کو اِس بات کی کوئی حاجت نہیں کہ بندے اُس سے دُعا کریں، دُعا میں تو بندوں کا اپنا فائدہ ہے، اِس کے باوُجود ربِّ کریم کی رحمت کا یہ عالَم ہے کہ اُس نے اور اُس کے حبیب ﷺ نے دُعا کا شوق دلایا ہے اور دُعا چھوڑنے پر وعیدیں فرمائی ہیں۔

دُعا کے فوائد

قرآن وسنت میں دُعا کے اتنے فوائد بیان ہوئے ہیں کہ اگر بندہ اُن پر غور کرے تو خوشی سے جھوم اُٹھے اور کبھی بھی دُعا میں سُستی کا مظاہرہ نہ کرے۔ تشویق کے لیے چند فوائد ذکر کیے جاتے ہیں:

خاص رحمت: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِيْ وَأَنَا مَعَهُ إِذَا دَعَانِيْ۔ یعنی "مَیں اپنے بندے کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرتا ہوں جیسا وہ میرے بارے میں گمان رکھتا ہے اور جب میرا بندہ مجھ سے دُعا کرتا ہے تو اُسے میری خاص رحمت نصیب ہوتی ہے۔" (صحیح مسلم، حدیث:2675)

اِس حدیثِ پاک میں دُعا کرنے والے کو معیّت (خاص رحمت و قرب) کی خوش خبری عطا ہوئی ہے اور قدر دانوں کی نظر میں یہ اتنا بڑا انعام ہے کہ ہزاروں حاجت روائیاں اِس پر نثار اور لاکھوں مرادیں اِس پر قربان۔ (احسن الوِعاء، ص:49،50، مکتبۃ المدینہ، ملخصًا)

عبادت گزاری: دُعا کرنے والا جب تک دُعا کرتا ہے تب تک اُسے عبادت کا ثواب ملتا رہتا ہے اور اُس کا شمار عبادت گزاروں میں ہوتا ہے؛ کیونکہ سرورِ کونین ﷺ نے فرمایا: إِنَّ الدُّعَاءَ هُوَ الْعِبَادَةُ۔[1] "بلاشبہ دُعا عبادت ہی ہے۔"... اور آپ ﷺ سے یہ بھی منقول ہے: اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ۔[2] "دُعا عبادت کا مغز ہے۔" (مغز کے بغیر چھلکے کی قدر نہیں، یوں ہی دُعا سے خالی عبادت بھی بے قدر ہے)

اتباعِ سنت: دُعا مانگنے والے کو یہ اعزاز بھی ملتا ہے کہ وہ رسولِ کریم ﷺ کے اُسوہ پر عمل کرنے والا شمار ہوتا ہے؛ کیونکہ آپ ﷺ خود بھی کثرت سے دُعائیں مانگتے اور دوسروں کو بھی اِس کا حکم ارشاد فرماتے۔

حاجت روائی: بارگاہِ ربّ العزّت میں بھیک مانگنے والے کو یہ فائدہ بھی حاصل ہوتا ہے کہ اُس کی حاجتیں پوری ہوتی ہیں اور مصیبتیں ٹل جاتی ہیں۔ اُمّ المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جانِ رحمت ﷺ سے روایت کیا: اَلدُّعَاءُ يَنْفَعُ مِمَّا نَزَلَ وَمِمَّا لَمْ يَنْزِلْ۔ "دُعا اُس مصیبت میں بھی نفع دیتی ہے جو نازل ہو چکی اور اُس بلا میں بھی مفید ہے جو ابھی نازل نہیں ہوئی۔"

مزید فرمایا: وَإِنَّ الْبَلَاءَ لَيَنْزِلُ فَيَتَلَقَّاهُ الدُّعَاءُ، فَيَعْتَلِجَانِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ یعنی "بلا اُترتی ہے، پھر دُعا اُسے جا ملتی ہے تو (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) قیامت تک یہ دُعا اُس مصیبت کو اُترنے نہیں دے گی۔"

(المستدرک علی الصحیحین، حدیث:1813، قال المحقق: حسن لغیرہ۔ معجم اوسط، حدیث:2498۔ مسندِ بزار، حدیث:8149)

---

[1] رواہ الإمامُ أحمدُ في مسندہٖ بسندٍ صحیحٍ عن سیّدنا النعمان بن بشیرٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، برقم: 18352

[2] رواہ الترمذيّ في جامعہٖ عن سیّدنا أنس، برقم: 3371۔ قال الأرنؤوط: وھو حسن في الشواھد۔ [مسند أحمد، تحت الحدیث: 18352]

قبولیتِ دُعا

خالقِ کائنات جلّ مجدہٗ تمام مخلوق سے بے نیاز ہے اور کسی کو جواب دہ نہیں۔ اُس پر ہر گز یہ لازم نہیں کہ وہ اپنے بندوں کی التجا کو قبول کرے... تاہم یہ اُس کی شانِ کرم ہے کہ جب بندہ اُس کے حضور بھیک مانگتا ہے تو وہ خالی نہیں موڑتا، بلکہ ضرور عطا فرماتا ہے۔

آیتِ قرآنی: دُعا کی قبولیت کا وعدہ کرتے ہوئے باری تعالیٰ نے فرمایا: وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ۔ "اور (اے حبیبِ مکرم!) جب آپ سے میرے بندے میرے بارے میں پوچھیں تو (بتا دیجیے کہ) مَیں یقیناً قریب ہوں، دُعا کرنے والا جب مجھ سے دُعا کرے تو مَیں اُسے قبول کرتا ہوں، پس اُنھیں چاہیے کہ میرے احکام کو مانیں اور مجھ پر ایمان رکھیں؛ تاکہ وہ ہدایت پائیں۔" [البقرۃ2:186]

فرمانِ نبوی: سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ امام الانبیا ﷺ نے فرمایا: إِنَّ رَبَّكُمْ حَيِيٌّ كَرِيمٌ يَسْتَحْيِي مِنْ عَبْدِهِ إِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ إِلَيْهِ أَنْ يَرُدَّهُمَا صِفْرًا۔ یعنی "یقیناً تمہارا ربّ اپنی شان کے مطابق بہت حیا فرمانے والا، بے حد کرم کرنے والا ہے۔ جب بندہ اُس کے حضور بھیک مانگنے کے لیے ہاتھ اُٹھاتا ہے تو وہ اپنے بندے سے حیا فرماتا ہے کہ اُس کے ہاتھوں کو خالی لَوٹا دے۔" (سننِ ابوداؤد، حدیث:1488۔ جامع ترمذی، حدیث:3556۔ سننِ ابنِ ماجہ، حدیث:3865، حدیث صحیح)

اِزالۂ وہم: اللہ تعالیٰ اور اُس کے حبیب ﷺ کے فرامین بلاشبہ سچے ہیں، مگر بعض اوقات ہم اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے ہیں تو ایسے محسوس ہوتا ہے کہ دُعا قبول نہیں ہوئی؛ کیونکہ جو ہم نے مانگا ہوتا ہے وہ نہیں ملتا۔

اِس حوالے سے پہلی بات یہ معلوم ہونی چاہیے کہ قرآن و حدیث میں دُعا کے کچھ آداب سکھائے گئے ہیں، اُن کا لحاظ رکھا جائے تو دُعا ضرور قبول ہوتی ہے، لیکن بندہ آداب کو پیشِ نظر نہ رکھے تو اُس کا اپنا قصور ہے... جیسے کوئی شخص دوا تو لے، مگر پرہیز نہ کرے تو شفا نہ ہونا اُس کی اپنی کوتاہی کا نتیجہ ہوگا۔ ع: جو مانگنے کا طریقہ ہے اُس طرح مانگو!.... درِ کریم سے بندے کو کیا نہیں ملتا!

دوسری بات یہ ہے کہ دُعا قبول ہونے کی فقط یہی صورت نہیں کہ جو مانگا ہے وہی مل جائے، بلکہ اور بھی صورتیں ہیں: کبھی یوں قبول ہوتی ہے کہ دُعا کی برکت سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں... کبھی قبولیت اِس طرح ہوتی ہے کہ جو مانگا اُس سے بہتر عطا کر دیا جاتا ہے... کبھی عنایت کا انداز یہ ہوتا ہے کہ دُعا کے سبب مصیبت ٹل جاتی ہے... اور کبھی اِس طرح نوازش ہوتی ہے کہ نامۂ اعمال میں دُعا کا ثواب لکھا جاتا ہے اور روزِ قیامت اُس پر اِنعام سے نوازا جائے گا۔ یعنی بہر حال دُعا میں فائدہ ہی فائدہ ہے۔

رسولِ کریم ﷺ سے ایسا ہی ایک ارشاد سُن کر کسی صاحب نے کہا تھا: تب تو ہم بہت زیادہ دُعائیں کریں گے! آپ ﷺ نے فرمایا: اَللّٰهُ أَكْثَرُ۔ یعنی "اللہ تعالیٰ کا فضل اور اُس کی عطا بہت زیادہ ہے۔" (جامع ترمذی:3573۔ مسند احمد، حدیث:11133، صحیح لغیرہٖ)

دُعا سے پہلے کے چند آداب

اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ وہ جو چاہے کرے، جسے چاہے نوازے اور جسے چاہے محروم رکھے... اُس پر کچھ بھی لازم نہیں۔ حقیقت میں دُعا کی قبولیت بھی اُسی کی مرضی پر موقوف ہے، تاہم قرآن وسنّت میں ایسے آداب کا تذکرہ ہے جنھیں اختیار کیا جائے تو قبولیت کی اُمّید بڑھ جاتی ہے اور اُن آداب کو پیشِ نظر نہ رکھا جائے تو اپنے کرتوتوں کی وجہ سے کئی مرتبہ بندہ محروم رہ جاتا ہے۔

آدابِ دُعا کی اہمیت کا اندازہ اِس بات سے لگائیے کہ علما نے اِس حوالے سے مستقل عنوانات قائم فرمائے، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے دُعا کے ساٹھ آداب ذکر کیے، یہ سب قرآن وسنت اور کلماتِ اکابر سے اخذ شدہ ہیں۔ ہم اُن میں سے چند کا تذکرہ کرتے ہیں۔

دُعا شروع کرنے سے پہلے چند باتیں نہایت اہم ہیں:

گناہوں سے توبہ: حرام کھانے والا، جھوٹے بولنے والا، لوگوں کی حق تلفیاں کرنے والا یا دیگر گناہوں کا ارتکاب کرنے والا اپنے کرتوتوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو ناراض کرتا ہے، جب کہ قبولیت اُس کے کرم کی محتاج ہے۔ چنانچہ دُعا کے آداب میں سے ہے کہ بندہ گناہوں سے اجتناب کرے اور اگر پہلے حقوقِ الٰہی یا حقوقِ عباد میں کوئی کوتاہی ہوئی ہو تو اُس سے شرعی طریقے پر توبہ کرے، پھر ربّ کے کرم سے اِس شان کے ساتھ دُعا قبول ہوگی کہ مانگنے والا خود بھی حیران رہ جائے گا۔

گناہوں پر اِصرار کرنے والا نہ صرف قبولیت سے محروم رہ جاتا ہے، بلکہ بہت مرتبہ اُس سے بارگاہِ الٰہی میں فریاد کرنے کی توفیق بھی چھین لی جاتی ہے اور اُسے اپنے مالک کے حضور گڑگڑانے کا وقت ہی نہیں ملتا۔ (جیسا کہ الانعام:43 کے حوالے سے پہلے ذکر کیا گیا)

حَسَنات کا اہتمام: نیکی کے کام... جیسے نماز پڑھنا اور صدقہ وخیرات کرنا... اللہ تعالیٰ کی رِضا کا ذریعہ ہیں اور قبولیت تبھی ہوتی ہے جب مالکِ کریم راضی ہو؛ لہٰذا دُعا کے آداب میں سے ہے کہ بندہ پہلے کوئی نیکی کا کام کرے۔ نمازوں اور دیگر اُمورِ خیر کے بعد خصوصی طور پر دُعا کا اہتمام اِسی لیے ہوتا ہے کہ اِن نیکیوں کی برکت سے قبولیت کی اُمید اور بڑھ جاتی ہے۔

یکسوئی: دُعا کی قبولیت میں یہ بات بھی اہم ہے کہ بندہ اپنے دل کو دُنیاوی خیالات سے پاک کرکے ربِّ کریم کی طرف توجّہ کرے۔ کتنی عجیب بات ہے کہ نوازنے والے کی رحمت بندے کی طرف متوجّہ ہو، جب کہ مانگنے والے کا دھیان کسی اور طرف ہو!

سیدنا عبد اللہ بن عَمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ أَيُّهَا النَّاسُ! فَاسْأَلُوهُ وَأَنْتُمْ مُوقِنُونَ بِالْإِجَابَةِ؛ فَإِنَّ اللهَ لَا يَسْتَجِيبُ لِعَبْدٍ دَعَاهُ عَنْ ظَهْرِ قَلْبٍ غَافِلٍ. یعنی "لوگو! جب تم اللہ تعالیٰ سے دُعا کرو تو حالت یہ ہونی چاہیے کہ تمھیں قبولیت کا یقین ہو! جو بندہ غافل دل سے دُعا کرے بلاشبہ اللہ تعالیٰ اُس کی دُعا قبول نہیں کرتا۔"

(مسند احمد، حدیث:6655، إسنادہٗ حسن)

وقتِ دُعا کے چند آداب

دورانِ دُعا بھی کچھ باتوں کا اہتمام قبولیت میں اثر رکھتا ہے، مگر ہم عموماً اُن کی طرف دھیان نہیں کرتے۔ چند اہم اُمور یہ ہیں:

عاجزی: جب بندہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و بڑائی کا تصوُّر کرتا ہے اور دوسری جانب اپنی کوتاہیوں / لغزشوں کو دیکھتا ہے تو اُس وقت دل میں عاجزی وانکساری کی جو کیفیت پیدا ہوتی ہے وہ ربّ العزّت کی بارگاہ میں بے حد پسندیدہ ہے اور رحمتِ بے پایاں کا ذریعہ بنتی ہے۔ انبیائے کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلَوٰتُ وَالتَّسۡلِیۡمَات اللہ تعالیٰ کے حضور تمام مخلوق سے زیادہ عزّت والے ہیں، مگر قرآنِ حکیم میں مذکور انبیا کی حسین دُعاؤں کے الفاظ دیکھیں تو اُن میں ایسی عاجزی کا اِظہار ہے کہ ہم تلاوتِ قرآنِ مجید کے علاوہ وہ الفاظ زبانوں پر لا ہی نہیں سکتے۔

چنانچہ دُعا میں دل بھی عاجزی سے پُر ہونا چاہیے، الفاظ بھی منت سماجت والے ہوں اور انداز بھی انکساری والا ہو۔ سجدہ ربِّ کریم کے حضور انتہائی عاجزی کے لیے ہے؛ اِسی لیے سجدے میں بندے کو ربِّ کریم کا بہت قُرب نصیب ہوتا ہے اور دُعا جلد قبول ہوتی ہے۔

حضرت معروف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حاجی میدانِ عرفہ میں اللہ تعالیٰ سے خوب دُعائیں مانگ رہے تھے، ایک تُرکمانی (ترکی النسل) خاموش کھڑا تھا؛ کیونکہ اُسے دُعا کا ڈھنگ نہیں آتا تھا۔ رحمتِ الٰہی سے اُس کے دل میں خُشوع و خُضوع پیدا ہوا، اُس نے روتے ہوئے کہا: إِلٰهِي! أَنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي لَا أُحْسِنُ شَيْئًا مِنْ دَعَوَاتِهِمْ فَأَسْأَلُكَ مَا يَطْلُبُوْنَ مِنْكَ بِمَا دَعَوْا۔ یعنی اِلٰہی! یقیناً تو خوب جانتا ہے کہ مجھے دُعا کا سلیقہ نہیں آتا، یہ حاجی تیرے حضور التجائیں پیش کر رہے ہیں اِن کی دُعاؤں کا صدقہ مجھے بھی وہ عطا کر دے جو یہ مانگ رہے ہیں۔ اُس کی عاجزی اللہ تعالیٰ کو اتنی پسند آئی کہ کسی پیارے کو خواب میں بتایا گیا کہ اِس سال اُس ترکمانی کی دُعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے سب کا حج قبول فرمالیا ہے؛ کیونکہ اُس کا دل عاجزی و بے بسی کے جذبات سے لبریز تھا۔ (ربیع الابرار و نصوص الاخیار للزمخشری، ج:2، ص:359)

حمد وصلاۃ: دُعا کے آغاز و اختتام میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنا اور اُس کے حبیب صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں دُرود و سلام پیش کرنا بھی قبولیت کو قریب کرتا ہے۔ کسی کو بھی اپنی تعریف اِس قدر پسند نہیں جتنا اللہ کریم اپنی حمد کو پسند فرماتا ہے۔ (صحیح بخاری:4634) اور یہ حقیقت ہے کہ اپنی تعریف کو پسند کرنا فقط مالکِ حمد جَلَّ مَجۡدُہٗ کو ہی زیب دیتا ہے۔ نیز سرورِ عالم صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں دُرود و سلام پیش کرنا تو وہ عمل ہے جو قبولیت کے دروازے کھول دیتا ہے؛ لہٰذا دُعا کرنے والے کو اِن دونوں کا خوب اہتمام کرنا چاہیے۔

حمدِ الٰہی میں یہ بات بھی شامل ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے پیارے نام لے لے کر اُسے پکارے۔ سیدنا ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: إِنَّ لِلّٰهِ مَلَكًا مُوَكَّلًا بِمَنْ يَقُوْلُ: يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ! فَمَنْ قَالَهَا ثَلَاثًا قَالَ الْمَلَكُ: إِنَّ أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ قَدْ أَقْبَلَ عَلَيْكَ فَاسْأَلْ۔ یعنی "اللہ کی طرف سے یَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ! کہنے والوں کے لیے ایک فرشتہ مقرر ہے، جو مسلمان تین بار یہ الفاظ کہے تو فرشتہ کہتا ہے: یقیناً ارحم الراحمین کی رحمت تمہاری طرف متوجہ ہے تو تم دُعا کرو!" (المستدرک علی الصحیحین، حدیث:1996)

توسُّل: قبولیت کا ایک ذریعہ یہ بھی ہے کہ بندہ دُعا میں ربِّ کریم کے محبوبوں کا اور اپنے نیک اعمال کا وسیلہ پیش کرے۔ وسیلہ اختیار کرنے کا حکم ربِّ کریم نے خود ارشاد فرمایا ہے۔[المائدۃ5:35] اور رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ عزت و وجاہت رکھتے ہیں، مگر اُمّت کی تربیت کے لیے آپ ﷺ غربت و افلاس کے باوُجود دین پر استقامت والے مہاجر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا وسیلہ پیش فرماتے تھے۔(معجم کبیر، ج:1، ص:292، حدیث:857۔ شرح السنۃ للبغوی، ج:14، ص:264، حدیث:4062، حدیث صحیح)

ترکِ استعجال: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیثِ نبوی کا مفہوم ہے: بندہ گناہ یا قطع رحمی کی دُعا نہ کرے تو اُس کی التجا قبول ہوتی ہے، جب تک وہ جلد بازی نہ کرے۔ عرض کی گئی: یارسول اللہ ﷺ! جلد بازی کیا ہے؟ فرمایا: يَقُوْلُ: قَدْ دَّعَوْتُ وَقَدْ دَّعَوْتُ فَلَمْ أَرَ يَسْتَجِيْبُ لِيْ، فَيَسْتَحْسِرُ عِنْدَ ذٰلِكَ وَيَدَعُ الدُّعَاءَ۔ یعنی "بندہ کہے: میں نے بار بار دُعائیں کی ہیں، مجھے اُمّید نہیں کہ وہ قبول ہوں، اِس پر وہ تنگ دل ہو جائے اور دُعا کرنا چھوڑ دے۔"(صحیح مسلم، حدیث:2735)

جامع دُعائیں: رسول اللہ ﷺ کا زیادہ تر معمول شریف یہ ہوتا تھا کہ آپ جامع دُعائیں مانگتے۔(ابوداود:1482، صحیح) قرآن و سنت میں ایسی دُعائیں ہیں جن کے الفاظ مختصر ہیں، مگر اُن مختصر الفاظ میں ہی سارا کچھ آجاتا ہے، یہ جامع دُعائیں ہیں اور قبولیت کے زیادہ قریب ہیں۔ جیسے: رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ "اے ہمارے رب! ہمیں دُنیا میں خیر و بھلائی عطا فرما اور آخرت میں (بھی) بھلائی عطا فرما اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچالے!"[البقرۃ2:201]

بددُعا سے بچنا: ربِّ کریم پسند فرماتا ہے کہ بندہ اُس کی بارگاہ میں اپنے لیے اور دوسروں کے لیے خیر کا سوال کرے، بددُعا اُس کریم کو پسند نہیں ہے، البتہ مظلوم ظالم کے خلاف دُعا کرے یا دُشمنانِ اسلام کی تباہی کے لیے دُعا کی جائے تو یہ ایک الگ چیز ہے۔ دوسروں سے بددُعائیں لینا... یعنی ایسا کام کرنا کہ دوسرے بددُعائیں دیں... یہ تو نہایت بُری بات ہے اور اِس کا انجام بہت خطرناک ہے۔

خلیفہ ہارون الرشید کے دَور میں یحییٰ بن خالد برمکی وزیرِ اعظم تھا۔ پھر کسی وجہ سے اِسے عہدے سے معزول کرکے جیل بھیج دیا گیا۔ جیل میں ایک مرتبہ اُس کا بیٹا اُس سے کہنے لگا: يَا أَبَتِ! بَعْدَ الْأَمْرِ وَالنَّهْيِ وَالْأَمْوَالِ الْعَظِيْمَةِ أَصَارَنَا الدَّهْرُ إِلَى الْقُيُوْدِ وَلُبْسِ الصُّوْفِ وَالْحَبْسِ؟ یعنی ابا جی! ایک وقت تھا جب ہمارے پاس محلات بھی تھے، حکومت بھی تھی اور بھاری مقدار میں مال بھی تھا، اب گردشِ زمانہ سے یہ حال ہو گیا کہ محل کے بجائے جیل میں ہیں... حکومت کے بجائے پاؤں میں بیڑیاں / زنجیریں ہیں... اور جسم پر عالی شان لباس کے بجائے اُون کے انتہائی معمولی کپڑے ہیں، یہ سب کیوں ہو گیا؟ یحییٰ کہنے لگا: يَا بُنَيَّ! دَعْوَةُ مَظْلُوْمٍ سَرَتْ بِلَيْلٍ غَفَلْنَا عَنْهَا وَلَمْ يَغْفُلِ اللهُ عَنْهَا۔ یعنی بیٹے! کسی مظلوم نے رات کی تاریکی میں ہمارے خلاف بددُعا کی ہو گی... تب ہم رات کو مزے کی نیند سو رہے تھے اور بے خبر تھے، مگر ربّ تعالیٰ اُس سے غافل نہیں تھا، اُس نے وہ دُعا قبول فرمالی اور ہمیں سرکاری محلات سے جیل میں پہنچادیا۔(تاریخ بغداد، ج:14، ص:136، دار الکتب العلمیۃ)

حرفِ آخر: دُعا کی توفیق اور اُس کے آدابِ انیق

اللہ تعالیٰ جسے نوازنا چاہے اُس کے لیے دُعا کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ جب بندے کو دُعا کی توفیق ملتی ہے تو اُس کی حاجتیں بھی پوری ہوتی ہیں اور مصیبتوں سے بھی چھٹکارا ملتا ہے؛ کیونکہ دُعا مانگنے والا اگرچہ خود بے بس، لاچار اور مجبور ہو... مگر وہ جس ربّ کے حضور اپنی التجا پیش کرتا ہے وہ سب کچھ جانتا بھی ہے اور جو چاہے کر بھی سکتا ہے... اُس کا جُود و کرم بھی لامتناہی ہے اور اُس کے خزانے بھی لامحدود ہیں؛ لہٰذا یہ بات جوشِ خطابت نہیں، بلکہ عینِ حقیقت ہے کہ جس کے لیے دُعا کا دروازہ کھول دیا جائے اُس کے لیے دُنیا و آخرت کی بھلائیوں کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اِس کے برعکس اگر خدانخواستہ ربِّ ذوالجلال بندے کو اُس کے کرتوتوں کی سزا دینا چاہے تو اتنا ہی کافی ہے کہ اُسے دُعا کی توفیق سے محروم کر دے، جب ربِّ کریم سے بھیک مانگنے کی توفیق چھن گئی تو بندہ تمام بھلائیوں سے محروم ہو گیا۔

دُعا میں اتنی طاقت ہے کہ اِس سے تقدیر (معلّق) بھی بدل جاتی ہے۔ (ترمذی:2139) مولانا علی رضا فخری نے کہا:

دُعائے عبدِ مضطر سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
خدا پہ ہو یقیں کامل تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

دُعا تو ہر حال میں لازم و ضروری ہے، مگر موجودہ ملکی و عالَمی حالات میں دُعاؤں کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ اِسی تناظر میں آج کے خطبہ میں دُعا سے متعلق کچھ باتوں کا تذکرہ ہوا ہے۔ چند اہم نکات یہ ہیں:

1) کچھ چیزیں دُعا کی قبولیت سے رُکاوٹ ہیں، اگر وہ نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے بندے کی دُعا ضرور قبول فرماتا ہے، تاہم قبولیت کا مطلب فقط یہی نہیں کہ جو مانگا وہ فوری طور پر مل جائے، بلکہ مقبول ہونے کی کئی صورتیں ہیں:
   i. کبھی دُعا یوں قبول ہوتی ہے کہ اُس کی برکت سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔
   ii. کبھی قبولیت اِس طرح ہوتی ہے کہ جو مانگا اُس سے بہتر عطا کر دیا جاتا ہے۔
   iii. کبھی عنایت کا انداز یہ ہوتا ہے کہ دُعا کے سبب مصیبتیں ٹل جاتی ہیں۔
   iv. کبھی اِس طرح نوازش ہوتی ہے کہ نامۂ اعمال میں دُعا کا ثواب لکھا جاتا ہے اور روزِ قیامت اُس پر اِنعام سے نوازا جائے گا۔
2) قرآن و سنت میں دُعا کے کچھ آداب تعلیم فرمائے گئے ہیں، اگر بندہ اُن کا لحاظ رکھے تو دُعائیں جلد قبول ہوتی ہیں اور اُن کی پرواہ نہ کی جائے تو بہت مرتبہ اپنی کوتاہی کی وجہ سے دُعا درجۂ قبولیت تک نہیں پہنچتی۔
3) قبولیت کی اُمید بڑھانے کے لیے دُعا سے پہلے چند اُمور کا اہتمام کرنا چاہیے:
   i. اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرنی چاہیے؛ کیونکہ قبولیت مالک کی رِضا سے ہوتی ہے اور گناہ ربّ کو ناراض کرتے ہیں۔
   ii. نماز، صدقہ و خیرات اور نیکی کے دیگر کام کر کے دُعا کی جائے تو نورٌ علیٰ نور ہے۔

iii. دل کو دُنیاوی خیالات سے پاک کرلینا چاہیے؛ کیونکہ غافل دل کی دُعا بے تاثیر ہوتی ہے۔

4) دُعا میں یہ باتیں درجۂ قبولیت پانے کے لیے بہت فائدہ مند ہیں:

i. دُعا میں دل بھی عاجزی سے پُر ہونا چاہیے، الفاظ بھی منت سماجت والے ہوں اور انداز بھی انکساری والا ہو؛ کیونکہ انکساری وہ وصف ہے جس پر ربِّ کریم بے پناہ انعامات سے نوازتا ہے۔

ii. اوّل وآخر میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور رسولِ کریم ﷺ کی بارگاہ میں دُرود وسلام کا ضرور اہتمام کرنا چاہیے۔

iii. محبوبانِ خدا کا اور اپنے نیک اعمال کا وسیلہ پیش کرنا ربِّ کریم کا حکم بھی ہے، سنّتِ نبوی بھی ہے اور قبولیت کا اہم ذریعہ بھی۔

iv. دُعا میں جلد بازی بہت نقصان دہ ہے۔ یعنی ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ اگر فوری طور پر وہ چیز نہ ملے جس کا سُوال کیا ہے تو بندہ دل برداشتہ ہو کر دُعا کرنا چھوڑ دے، بلکہ یہ بات ذہن نشین کرنی چاہیے کہ ہمارا کام دُعا کرنا ہے، قبول کرنا مالک کا کام ہے، وہ جب چاہے جیسے چاہے قبول فرمائے؛ ہم نہیں جانتے کہ کس چیز میں ہمارا فائدہ ہے، مگر وہ خوب جانتا ہے۔

v. بندے کو مانگنے کا ڈھنگ آتا ہو تو مالک کے لیے نوازنا کچھ مشکل نہیں۔ قرآن وسنّت میں مذکور جامع دُعائیں نہایت حسین ہیں، اُنھیں معانی کے ساتھ یاد کرنا چاہیے اور پھر شعوری طور پر اپنی دُعاؤں کا حصہ بنانا چاہیے۔

vi. دُشمنانِ اسلام کے علاوہ کسی کے خلاف بد دُعا نہیں کرنی چاہیے، اگرچہ مظلوم کو ظالم کے خلاف دُعا کرنے کی اجازت ہے... یوں ہی ظلم سے مکمل اجتناب ضروری ہے؛ کیونکہ مظلوم کی بد دُعا ظالم کو تباہی کے کنارے لا کھڑا کرتی ہے اور ظالم وہاں پہنچ جاتا ہے جہاں اُس کا وہم وگمان بھی نہیں ہوتا۔[1]

اللہ تعالیٰ نے چاہا تو اگلے خطبہ میں دُعا سے متعلق مزید کچھ باتوں کا تذکرہ ہو گا، اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

شرعی مسئلہ: نماز میں آخری قعدہ فرض ہے، اُس میں تشہد (عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ تک) پڑھنا واجب ہے، پھر دُرودِ پاک پڑھنا اور دُعا کرنا سنت ہے۔ حدیثِ پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ دُعا کے لیے الفاظ کی کوئی قید نہیں ہے، عربی زبان میں کوئی بھی دُعا کی جاسکتی ہے۔ (صحیح بخاری، حدیث:835۔ صحیح مسلم، حدیث:402)

عمومًا یہ قرآنی دُعا پڑھی جاتی ہے: رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ۔ اے میرے رب! مجھے اور میری اولاد کو نماز قائم کرنے والا رکھ! اے ہمارے ربّ اور میری دُعا قبول فرما! اے ہمارے رب! مجھے اور میرے ماں باپ کو اور تمام مسلمانوں کو بخش دے، جس دن حساب قائم ہو گا۔

---

[1] دُعا کے فضائل وآداب سے متعلق والدِ اعلیٰ حضرت رئیس المتکلمین مولانا نقی علی خان علیہ الرحمہ کا رسالہ "احسن الوِعاء" مع شرحِ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نہایت مفید ہے۔ مکتبۃ المدینہ نے اِسے "فضائلِ دُعا" کے نام سے تسہیل وتخریج کے ساتھ شائع کیا ہے۔
یہ رسالہ انٹرنیٹ پر بھی دستیاب ہے۔ لنک: https://www.dawateislami.net/bookslibrary/ur/fazail-e-dua/page-1

اللہ تعالیٰ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کی پیاری دُعا کے صدقے میں ہمیں ہمیشہ اپنی بارگاہ سے خیر مانگنے کی توفیق سے نوازے اور ہمیشہ ہماری نیک دُعاؤں کو اپنے فضل و کرم کے ساتھ قبول فرمائے!

قادرِ مطلق اہلِ غـــزہ سمیت دُنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں کی مدد فرمائے، امریکہ اسرائیل گٹھ جوڑ کے شر سے اُمّت کو محفوظ رکھے! اوراسرائیل کو تمام اتحادیوں سمیت نشانِ عبرت بنائے!

ربِّ کریم اہلِ پاکستان کو ہر قسم کی اندرونی وبیرونی سازشوں سے محفوظ رکھے، ملک کی تمام سرحدات کی حفاظت فرمائے! اِسے امن وسلامتی کا گہوارہ بنائے! اور تمام اربابِ اختیار کو اسلام کا خدمت گزار اور عوام کا خیر خواہ کردے!

آمین بجاہِ النّبیِّ الکریم ﷺ!